بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ یادیں کچھ تاثرات

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ
هو المسك ما کررته يتضوع

مجھے حضرۃ الاستاذ سے دو سال شرف تلمذ حاصل رہا ہے آج حضرت کی وفات نے یوں جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے کہ اس قیمتی دور کی ایک ایک جزئی جذبات میں تموج پیدا کر رہی ہے۔ اور زبان پر بار بار مذکورہ شعر بلا اختیار آ جا رہا ہے۔ اور ساتھ ہی ان کی عظیم شخصیت کے کیف آفریں تصور میں ڈوب کر یہ شعر گنگنا رہا ہے۔

وانجع من فقدنا من وجدنا
قبيل الفقد مفقود المثال

سب سے پہلے مجھے حضرۃ الاستاذ سے ملنے کا اتفاق اس وقت ہوا جب میں اپنے والدِ محترم کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کر رہا تھا ہمارے ایک کرم فرما مولانا ثناء اللہ صاحب بلتستانی نے ، جو

دارالعلوم اوڈانوالہ سے فراغت کے بعد مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ابا جان کو خط لکھا کہ یونیورسٹی میں ایک نئے شعبہ کلیۃ القرآن کا اجراء ہوا ہے اگر عزیزم محمدامین نے حفظ اور میٹرک کیا ہوا ہے تو کاغذات بھیج دیں انشاءاللہ داخلہ ہو جائے گا (خدا انہیں غریقِ رحمت فرمائے) حضرۃ الاستاذ پر بہت اعتماد رکھتے تھے، کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا یا کسی مسئلہ کے بارہ میں اہلِ دہ میں اختلاف ہو جاتا تو ابا جان فوراً حضرۃ الاستاذ سے فتویٰ منگواتے جو سب کیلئے شافی و کافی ہوتا تھا، اس نجی معاملہ میں بھی مجھے گوجرانوالہ بھیجا کہ جو مشورہ حضرت کا ہو وہی آخری فیصلہ ہوگا۔ میں شیخ مکرم مولانا ابوالبرکات صاحب مدظلہ کی معرفت حضرت سے ملا، آپ نے فرمایا "اگر کسی کے پاس وقت فالتو ہو تو چلا جائے پیسے خوب مل جاتے ہیں عربی بھی آ جاتی ہے ہاں اگر علم مقصود ہے تو یہاں کوئی کمی نہیں ہے" اسی رائے پر اتفاق ہو گیا اور میں نے وہ پروگرام ختم کر دیا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ حضرۃ حافظ صاحب کی سحر انگیز شخصیت ذہن پر مرتسم ہوئی۔ اسی سال میں درسِ نظامی کی تکمیل سے فارغ ہوا تو ابا جان مرحوم نے مجھے آئندہ سال حضرت کی خدمت میں تحصیلِ علم کیلئے بھیج دیا۔ میں دو سال جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں رہا اور دونوں سال حضرت علیہ الرحمۃ کے درس بخاری میں شرکت کی ان دِنوں آپ صرف صحیح بخاری کا ہی درس دیتے تھے۔ اگرچہ بہت قلق رہا کہ آپ سے دیگر علومِ عالیہ و آلیہ کی تحصیل نہ ہو سکی مگر حقیقت یہ

ہے کہ حضرت نے درس بخاری میں ہی دوسرے علوم سمو دیئے تھے۔ تفسیر، فقہ، منطق، فلسفہ اور حکم کی تقریر ایسے واضح انداز میں فرماتے کہ تشنگی کا احساس نہیں رہتا۔

ع فما فیما تجود بہٖ قلیل

حضرۃ الحافظ مرحوم ان دنوں ہر روز تانگے پر شہر سے جامعہ تشریف لاتے تھے۔ درس کا آغاز اکثر خطبہ مسنونہ اور چند قرآنی آیات (وہ تین آیات جو خطبہ حاجت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے) سے فرماتے۔ پھر کوئی طالب علم قرآءۃ شروع کرتا جہاں جہاں بحث ہوتی حضرۃ الحافظ صاحب فرماتے جاتے۔ کبھی بھی بحث سے نہ اکتاتے بعض بحثیں کئی کئی دن تک جاری رہتیں طلبہ کتنے اور کیسے بھی ٹیڑھے بلکہ خارج از بحث سوال کرتے کیا مجال کہ حضرت کی پیشانی شکن آلود ہو بلکہ اپنی روائتی خوش طبعی اور مشفقانہ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیتے رہتے۔ کبھی کبھی حضراتِ صوفیاء کی باتیں بیان فرماتے اور کسی طالبِ علم کو ان پیچیدہ اور بعید از عقل باتوں کی سمجھ نہ آتی اور وہ اپنی بات پر اصرار کرتا تو مسکراتے ہوئے فرماتے ہاں بھئی فی الحال تم یہی کہو جب اس مقام پر پہنچ جاؤ گے معلوم ہو جائے گا۔ میں کبھی کسی کے سوال پر جز بز ہوتے نہیں دیکھا بحث کیسی بھی ادق ہوتی حضرت کے تسلسل، متانت اور بے تکلفی میں سرِ مو فرق نہ پڑتا طویل بحث ہوتی تو خوب بلند آواز سے تقریر فرماتے اور تھکن بھی محسوس نہ فرماتے۔ ظرافت اور تبسم کی وجہ سے طبیعت گوارہ نہ کرتی کہ حضرت کے چہرہ سے نگاہ ہٹائیں اور ادھر

ادھر متوجہ ہوں۔

حضرت الحافظ کی ایک اور خوبی، جو جنس نایاب معلوم ہوتی ہے، یہ تھی کہ آئمہ کے اختلافی مسائل میں ہر فریق کے دلائل پوری وضاحت سے بیان فرماتے نہ کچھ چھپاتے نہ ہی اختلاف کو مبالغہ آمیزی سے بیان کرتے صحیح کو تسلیم کرتے کسی بھی فریق کی پیش کردہ ہو اور کمزور دلیل پر اپنے لطیف انداز میں ہلکے پھلکے الفاظ سے تنقید بھی فرماتے جاتے۔ کسی کی بات کتنی بھی غیر معقول اور بعید از حق و انصاف کیوں نہ ہوتی حضرتِ مرحوم کوئی سخت لفظ استعمال نہ فرماتے سخت سے سخت لفظ جو میں نے ان کی زبان سے وہ یہ ہے کہ "یہ بات فضول ہے" یا "فلاں نے یوں بات بنائی ہے"، صوفیاء کی بعض خلافِ شرع باتوں کیلئے "گپ" کا لفظ بھی استعمال فرماتے۔ مبالغین اور متشددین کی تردید بھی فرماتے ان کے خیالات ذہن میں رکھے جائیں تو تحزّب اور تعصب نہ رہے اور اختلافی مسائل میں تجاوز از حد نہ ہو۔ میں یہ بات صراحتاً کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اسلامی فرق میں سے کسی کی تکفیر کے قائل نہ تھے

غرض کہ حضرت کا درسِ بخاری تقویٰ، متانت، سنجیدگی خوش طبعی، بے تکلفی اور ادب کا مرقع ہوتا تھا میں نے بہت سے لوگوں سے سُن رکھا تھا کہ حافظ صاحب کی بحث سمجھ نہیں آتی لیکن میں اس کی پُرزور تردید کرتا ہوں اور آپ بھی اس کی تائید کریں گے کہ تدریس میں مندرجہ بالا خوبیاں موجود ہوں

تو ادق سے ادق بحث بھی بآسانی سمجھ آ سکتی ہے بشرطیکہ طالب علم توجہ رکھے اور خواب استراحت کے مزے نہ لے۔ خصوصاً جب کہ حضرت ہر اہم بحث کو سال کے دوران دو تین مرتبہ ضرور دہرا دیتے تھے اگر کوئی مشکل مقام آ جاتا تو فرماتے غور سے سنو پھر پوری تفصیل بیان فرمانے کے بعد پوچھتے "سمجھ آ گیا" اگر طلبہ کی "ہاں" مدھم ہوتی تو دوبارہ بیان فرماتے۔ طلبہ اچھی طرح "ہاں" کہتے تب آگے چلتے کبھی کبھی تشحید اذہان کیلئے حدیث کی ترجمہ باب کے ساتھ مناسبت بھی پوچھ لیتے اور پھر خود ہی بیان بھی فرما دیتے حضرت کا ایک امتیاز اور بھی تھا کہ چند شقوں کو جس ترتیب سے بیان فرما دیتے دوبارہ کسی بھی وقت پوچھنے پر اسی ترتیب سے بیان فرما دیتے کوئی شق اِدھر سے اُدھر نہ ہوتی۔ اِس طرز کے ساتھ ہر روز ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرمانے اور پھر تانگہ کی آمد تک آرام کیلئے لیٹ جاتے لیکن اس وقت بھی ہلکی پھلکی علمی باتیں جاری رہتیں ہم آپ کے اردگرد حلقہ کی صورت میں بیٹھ کر آپ کو احترام سے دباتے اور مختلف سوالات بھی کرتے رہتے اور آپ اطمینان سے جوابات فرماتے جاتے کبھی کبھی خود بھی کوئی موضوع چھیڑ دیتے اور ہم حسبِ توفیق حصہ لیتے یہ سلسلہ تانگے آمد بلکہ تانگے میں سوار ہونے تک جاری رہتا بعض اوقات تو تانگے میں سوار بیٹھے بھی سوالات کے جوابات دیتے جواب مختصر اور جامع ہوتا۔ یقینی بات ہے کہ درس کے بعد یہ چند منٹ ہمیں بہت قیمتی معلوم ہوتے تھے اور ہم ان کیلئے بسا اوقات اپنا اگلا سبق بھی لیٹ کر لیتے تھے۔ کاش! ان قیمتی لمحات کی پرلطف علمی و تحقیقی باتیں بھی کسی تحریر یا ٹیپ میں محفوظ ہو جاتیں جنہیں مسلکی

اخبارات میں لطائف الحدیث کے عنوان سے شائع کیا جا سکتا تھا،
مگر ـــــــ مگر کیا کہوں۔

حضرۃ الحافظ مرحوم اگرچہ پڑھاتے تو حدیث تھے مگر سب ہی علوم درس میں آ جاتے۔ بخدا آپ ہر علم میں حقیقتاً استاذ ہی تھے تفسیر و حدیث کے بعد طب و فلسفہ سے خصوصی دلچسپی تھی کبھی کبھی منطق یا فلسفہ یا اصول فقہ کے کسی مسئلہ کو بیان فرماتے تو معلوم ہوتا کہ ہم نے یہ مسئلہ کبھی پڑھا ہی نہ تھا حالانکہ وہی مسئلہ متداول کتب میں کئی مرتبہ پڑھ چکے ہوتے تھے۔ حضرت کی تقریر سے وہ مسئلہ بہت صاف انداز میں ذہن نشین ہو جاتا جو شاید اس طرح اس فن کی مزید کتب پڑھنے سے بھی سمجھ نہ آتا۔ درحقیقت یہ نتیجہ تھا آپ کے کامل استاذ ہونے کا۔ خود فرمایا کرتے تھے "علم کامل استاد سے حاصل کرنا چاہیے۔ ناقص مدرس کے پاس پڑھنے سے زندگی تباہ ہو جاتی ہے" اور ہم نے اس مقولے کی تصدیق آنکھوں سے دیکھی حقیقت یہ ہے کہ ہمیں حضرت کے سامنے بیٹھنے سے نیا شعور حاصل ہوتا۔ خداوند قدوس آپ کو جزائے وافر عطاء فرمائے

دوسرے سال کے آخر میں الوداعی تقریب سے خطاب فرماتے ہوئے حضرت نے ہمیں نصیحت فرمائی کہ علامہ ابن حزم، حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم۔ اور شاہ ولی اللہ (رحمہم اللہ اجمعین) کی کتب کا مطالعہ ضرور کریں کہ ان بزرگوں کی کتب ذہن کو جلا بخشتی ہیں خود بھی اپنے درسِ بخاری کے دوران اکثر ان حضرات کے حوالے پیش فرماتے۔ ظاہر ہے مذکورہ بزرگوں کا زاویہ فکر ایک جیسا نہیں ہے بلکہ

بعض گوشوں میں تو تضاد ہے مگر حضرت ہر قسم کے تعصب سے پاک تھے اور "خذ ما صفا و دع ما کدر" کے سنہری اصول کے قائل و عامل تھے۔

حضرت کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ہر وقت ذکراللہ میں مصروف رہتے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ تانگہ پر بیٹھے بھی لب ہل رہے ہیں خدا معلوم قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے یا دوسرے اوراد و اذکار۔ اسی طرح جوں ہی درس ختم ہو جاتا اور کوئی نیا مسئلہ نہ چھڑتا تو حضرت کے لب ہلنے لگتے تلاوت کے بہت زیادہ عادی تھے ایک مرتبہ فرمانے لگے علماء کو ہر روز سورۃ بقرہ ضرور تلاوت کرنی چاہیے کیونکہ ان کے حاسد بہت ہوتے ہیں میں نے عرض کیا حضور! ہر روز پوری سورت پڑھنا تو مشکل ہے فرمانے لگے کیا مشکل ہے زیادہ سے زیادہ بیس پچیس منٹ لگتے ہیں۔ مجھے تعجب ہوا در اصل جب روزانہ پڑھا جائے تو زبان عادی ہو جاتی ہے، اور بہت جلد پڑھا جاتا ہے اور حضرت کا بھی یہ روز کا معمول تھا۔ تلاوتِ قرآن مجید اور دوسرے اوراد و اذکار ہی کی برکت تھی کہ باوجود ضعیف ہونے کے چہرہ اتنا پر رونق، با رعب اور منور تھا کہ باید و شاید۔ مبالغہ آمیزی نہ خیال کی جائے تو عرض کروں گا کہ آپ کا چہرہ یقیناً اندھیرے میں بھی منور ہوگا۔

ایک دفعہ ذکراللہ کی فضیلت بیان فرما رہے تھے۔ فرمانے لگے ابوبکر (مراد سید ابوبکر غزنوی مرحوم) بھی ذکراللہ کو بہت اہمیت دیتا ہے جن دنوں میں جامعہ سلفیہ تھا اگر کبھی رات کے وقت ابوبکر میرے کمرہ

میں داخل ہوتا تو مجھے یوں محسوس ہوتا کہ کمرہ روشنی سے منور ہو گیا ہے" جب آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا تھا سید ابوبکر مرحوم زندہ تھے۔ افسوس! آج یہ دونوں شخصیتیں اپنے نور سمیت ہم سے جدا ہو چکی ہیں! رہے نام اللہ کا۔

حضرت کا چہرہ نیکی اور تقویٰ کے تقدس کی وجہ سے بہت خوبصورت معلوم ہوتا تھا جب آپ آنکھیں بند کیئے آرام کر رہے ہوتے تھے تو جی چاہتا تھا کہ اس منور چہرے کو ہی دیکھتے رہیں حضرت کے چہرے سے بہت زیادہ مماثلت جناب سید مودودی مرحوم کے چہرہ کی تھی واللہ اعلم۔ نیکی چھپائے نہیں چھُپتی چہرے کا نور در اصل نیکی کا لازمی اثر ہے۔

یہ تو تھی ظاہر کی بات باقی رہا صفائے باطن ہم گنہگاروں کو اسکا کیا اندازہ ہو سکتا تھا ایک دفعہ فرمانے لگے جس طرح نجاستِ ظاہرہ کی بدبو ہوتی ہے اسی طرح گناہوں کی بھی بدبو ہوتی ہے جو واضح طور پر محسوس ہوتی ہے ہمارے چہروں پر تعجب کے سائے لہراتے دیکھ کر فرمانے لگے یہ کوئی بہت اونچا مرتبہ نہیں عام نیک لوگوں کو ایسا محسوس ہوتا ہے پھر فرمانے لگے شیطان کی بھی خاص بدبو ہوتی ہے شیطان اگر قریب پھر رہا ہو تو صاف محسوس ہو جاتا ہے اس مشتِ نمونہ سے ان کے صفائے باطن کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔

حضرت کی ایک خصوصیت غض بصر بھی تھی ٹوپی کے اوپر ایک رومال ایسے اوڑھا ہوتا تھا کہ چہرے کا صرف سامنے والا حصہ

ہی نظر آتا تھا حضرت کی نگاہ ہمیشہ سامنے رہتی تھی اِدھر اُدھر جھانکنے کی عادت نہ تھی صرف درس کے وقت دائیں بائیں نظر ڈالتے تھے اس سلسلہ میں ایک واقعہ انتہائی تعجب خیز اور قابل ذکر ہے جامعہ محمدیہ میں درس بخاری کیلئے مخصوص کمرہ گیٹ سے بالکل متصل تھا (بعد میں کمرہ تبدیل کر دیا گیا تھا) آپ تانگہ سے سیدھے کمرہ میں داخل ہوتے ایک دن درس بخاری کے بعد کسی نے آکر کہا تانگہ آگیا ہے حضرت طلبہ کی معیت میں کمرہ سے باہر تشریف لے آئے تو کسی نے بتایا ابھی تانگہ نہیں آیا چوں کہ دوبارہ کمرے میں جانا مناسب نہ تھا حضرت بجائے گیٹ دوسرے کمروں کی طرف چل پڑے دیکھ کر فرمانے لگے" اچھا! یہاں اور کمرے بھی بنے ہوئے ہیں؟" گویا آپ کی نگاہ کبھی ان کمروں کی طرف بھی نہیں اٹھی تھی حالاں کہ آپ کئی سال سے درسِ بخاری کے لیے تشریف لا رہے تھے۔ اور کمرے بھی متصل ہی تھے کوئی الگ عمارت نہ تھی۔ کیا ایسی شخصیت ڈھونڈے سے بھی مل سکتی ہے؟

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت بہت خوش طبع اور ظریف تھے کبھی کسی کو غصہ نہ ہونے بعض طلبہ نیند کے ہاتھوں مجبور ہوتے اور اونگھنے لگتے مگر حضرت نے نہ کبھی ڈانٹا اور نہ ہی جگایا اپنی لَے میں پڑھاتے رہتے ایک دفعہ ایک ساتھی قرآۃ شروع کرتے وقت سبق گم کر بیٹھا تو فرمانے لگے" بھئی! مکھّی مار کر سبق پر رکھ لیا کرو۔ خود بھی مسکرا رہے تھے اور دوسرے بھی خندہ لب۔ کبھی کبھی کسی کی کند ذہنی پر

ظرافت بھرا جملہ ارشاد فرماتے تو ساری محفل کشتۂ زعفران بن جاتی مگر کوئی تنقیص محسوس نہ کرتا بلا کے حاضر جواب تھے شروع میں کئی مناظروں میں حصہ لے چکے تھے کبھی کبھی اپنے کسی مناظرہ کی کوئی حکایت بھی بیان فرماتے حاضر جوابی کی ایک مثال بیان کردوں تو بے جا نہ ہو گا ایک دن درس بخاری کے بعد محترم منیر احمد صاحب (اسلامک پبلیشنگ ہاؤس شیش محل روڈ لاہور والے) نے کہا میر تقی میر کہتا ہے (اس دن شاید تقدیر پر بحث ہوئی تھی)

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
جو چاہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

حضرت نے برجستہ فرمایا میر کب کہتا ہے؟ منیر صاحب حضرت کی بات نہ سمجھ سکے کہنے لگے جی! یہ میر کا ہی شعر ہے آپ نے دوبارہ مسکراتے ہوئے فرمایا بھئی! میر کب کہتا ہے؟ وہ تو مجبور ہے" حاضرین عش عش کر اٹھے اور مسئلہ حل ہو گیا۔ ہم دیر تک اس جواب سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

اس دو سالہ شاگردی کے علاوہ بھی حضرت سے میرا ایک تعلق تھا اور وہ یہ کہ حضرت مرحوم قیام پاکستان سے قبل ایک دو سال ہمارے گاؤں اوڈانوالہ پڑھاتے بھی رہے تھے والد مرحوم نے اسی دور میں حضرت سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا گاؤں کے بزرگ آج بھی حضرت کی یادگار باتیں ذکر کرتے ہیں حضرت کا علم، تقویٰ اور خوش طبعی سارے گاؤں میں ضرب المثل کی حد تک معروف ہیں گاؤں کے لوگ انتہائی معتقد ہیں۔